# ارسال کردہ رقم کا حساب

حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کو جب پہلی مرتبہ باڑہ ضلع پٹنہ مدعو کیا گیا تو سفر خرچ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیا گیا۔ یہ کافی متمول مسلمانوں کی آبادی ہے۔ جلسہ کے بعد جب واپسی کا وقت آیا، تو لوگوں نے ایک بڑی رقم پیش کی۔ حضرت نے فرمایا ٹھہرئیے! لوگوں نے سمجھا کہ حضرت نے رقم کو کم خیال کرتے ہوئے ایسا فرمایا ہے تو فوراً اس میں اضافہ کر دیا گیا۔

## لیکن

اسی اثنا میں حضرت نے بیگ سے کچھ روپے اور حساب کا کاغذ نکال کر دیا اور فرمایا آپ نے جو روپے بھیجے تھے اس کا حساب یہ ہے اور اتنے روپے اس میں سے بچ گئے ہیں۔ لوگوں نے بے حد اصرار کیا کہ حضرت! بچی ہوئی رقم کو واپس نہ فرمائیں اور جو روپے پیش کئے جا رہے ہیں ان کو قبول فرمالیں ـــــ مگر حضرت نے صاف انکار فرما دیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے
حیرت انگیز واقعات ص ۷۳

ہدیہ : ڈیڑھ روپیہ

۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک شخص نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے ایک صحابیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے آکر کہا۔ کہ اپنے گھر کو جا کہ وہ جل گیا ہے۔ اس شخص نے کہا میرا گھر نہیں جلا۔ وہ چلا گیا۔ پھر آیا اور اسی طرح کہا کہ تیرا گھر جل گیا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میرا گھر نہیں جلا اور کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت کہے:

رَبِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَآءَ لَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ط اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

ترجمہ: میرا پروردگار اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور وہ پروردگار ہے عرشِ عظیم کا جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے نہیں ہوتا۔ اور نہیں قوت اور نہیں طاقت مگر اللہ کے ساتھ جو بلند ہے اور عظمت والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی جس نے روک رکھا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے مگر اس کے حکم کے ساتھ ہر (زمین پر) چلنے والے کے شر سے، اے میرے رب اس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ بے شک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔"

تو اس کی جان میں اور عیال میں اور مال میں کوئی ضرر (نقصان) نہیں پہنچے گا (یعنی کوئی ایسی بات نہیں ہو گی جو اسے ناگوار ہو) اور بیشک آج میں نے یہ دعا پڑھی ہے۔ پھر اس شخص نے کہا اٹھو میرے ساتھ سب کھڑے ہو گئے اور اس کے ساتھ روانہ ہوئے پھر اس کے گھر کے پاس جا کر ٹھیر گئے (تو دیکھا) کہ اردگرد کے گھر جل چکے ہیں اور اس کے گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

عمل الیوم واللیلۃ
ابن سنیؒ ص۱۶ شمارہ ۵۸






ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۷ ❖ شمارہ ۱۱
۱۱ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ ❖ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء


اس پرچہ میں
❖




رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری

مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

| بدل | سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰ |
|---|---|
| اشتراک | سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰ |


# مدارس عربیہ کا نصاب

ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ترجمان ماہانہ "الحق" کی اشاعت جولائی میں اس کے مدیر شہیر مولانا سمیع الحق نے ایک نوٹ تحریر کیا ہے جس کا تعلق مدارس عربیہ کے نصاب سے ہے صاحب الحق کے بقول یہی تحریر انہوں نے خط کے ذریعہ بھی احبابؒ کو ارسال کی ——— بقول موصوف:

"ہمارے اکابرِ علم و فضل ہمیشہ سے نصاب تعلیم میں بہتر سے بہتر جامع اور مفید کتابوں سے استفادہ کی ضرورت محسوس کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ ضرورت خاص طور سے ابتدائی درجات میں طلبہ کو ادب عربی، انشاء گرائمر اور تاریخ کے سلسلے میں بے حد محسوس کی جاتی ہے۔ بالخصوص عربی تحریر و ترجمہ اور عربی تکلم کے سلسلہ میں مروجہ کتب ادب اتنے بہتر نتائج کا ذریعہ نہیں بن رہیں۔ ان کتابوں کے ساتھ یا ان کے متبادل اگر ایسی کتابیں مروّج ہوں جو ابتدا سے بچوں میں بتدریج عربیت سے مناسبت بھی پیدا کریں اور اس کے ساتھ ہی اسلامی تہذیب و ثقافت دینی رجال و تاریخ سے بھی متعارف کرائیں اور جو ادب اور دین کا دلآویز امتزاج ہوں اور اخلاقی تطہیر کے ساتھ تربیت اسلامی اور ذہن سازی کا کام بھی کر سکیں اور جو بچپن سے قرآن کریم، سنت نبویؐ سیرت انبیاء سے بھی مناسبت کا ذریعہ بن سکیں تو اس کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے۔" انشاء اللہ تعالےٰ

یہ تحریر ایک ایسے صاحب قلم کی ہے جو صاحبِ قلم ہی

نہیں بلکہ ایک عظیم الشان دینی درسگاہ کا عملی ذمہ دار اور تدریس کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اس نے کمال درجہ جرأت کے ساتھ اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ "ابتدائی درجات میں ادب عربی انشاء گرائمر اور تاریخ کے سلسلہ میں بے حد کمی محسوس ہوتی ہے"۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف ہم نے بارہا ان کالموں میں توجہ دلائی اور دینی مدارس کے ارباب حل و عقد اور اس سلسلہ میں مصروف عمل حضرات سے زبانی گفتگو بھی کی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہماری آواز ہمیشہ صدا بصحرا ثابت ہوئی اور ہمارے ارباب مدارس نے اس سلسلہ میں کسی قسم کی ترمیم و تبدیلی گوارا نہ فرمائی۔ مروجہ نصاب کے سلسلہ میں ہمارے حضرات جن عوامل کے تحت اس احساس کو اپنے دل میں جاگزیں کئے ہوئے ہیں ان سے بھی ہم کم و بیش واقف ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ۸/۱ سال کی محنت شاقہ کے بعد کما حقہٗ نتائج برآمد نہ ہونے کا پھر شکوہ کیوں کیا جاتا ہے؟

اب جبکہ دینی مدارس کی سند ایم، اے عربی و اسلامیات کے برابر منظور ہو چکی ہے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے نصاب کو زیادہ سے زیادہ بہتر شکل میں مرتب کریں تاکہ اس کے زیادہ سے زیادہ بہتر نتائج سامنے آسکیں۔ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ہمارے فضلاء اس موجودہ شکل میں بھی ایم اے عربی و اسلامیات کی ڈگری یافتہ حضرات سے زیادہ باصلاحیت ہوتے ہیں لیکن ہم چاہتے یہ ہیں کہ ہمارے فضلاء سوسائٹی میں سر اونچا کر کے چل سکیں اور وہ زندگی کے کسی میدان میں کوئی خفت محسوس نہ کریں۔ اس ضرورت کے پیش نظر نصاب میں اس نوع کی ترمیم اور تبدیلی گوارا کر لینا کوئی حرج نہیں جس کی طرف "صاحب الحق" نے توجہ دلائی ہے۔

موصوف نے اپنے نوٹ میں اس ضمن میں دنیائے اسلام کے نامور مفکر اور اپنے حلقہ کے گرامی قدر بزرگ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ان کتابوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو خاص اس ضرورت سے لکھی گئیں اور ندوۃ العلماء لکھنؤ جیسی عظیم الشان درسگاہ سمیت ہندوستان کے مختلف دینی اداروں میں پڑھائی جا رہی ہیں ان کتابوں کی خوبی یہ ہے کہ تھوڑے وقت میں طلبہ کی استعداد مضبوط ہو جاتی اور ترجمتین میں مہارت حاصل ہو جاتی اور اس کے ساتھ ہی تاریخ و سیرت کے بڑے مسائل سے انہیں آگاہی ہو جاتی۔

ہمارے کراچی کے ایک فاضل دوست جو مولانا علی میاں کے شاگرد ہیں، نے کمال درجہ خلوص و محنت سے یہ تمام کتابیں چھپوا دی ہیں اب ان کا حصول بھی مشکل نہیں اس لئے ہم ارباب مدارس اور دینی درسگاہوں کے ذمہ دار حضرات سے درخواست کریں گے کہ وہ مولانا فضل ربی ندوی ناظم مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی سے رابطہ کر کے یہ کتابیں حاصل فرمائیں اور اپنے اپنے دائرہ میں طلبہ کو ان سے استفادہ کی تلقین کریں تاکہ بدلے ہوئے حالات میں ہمارے نونہالان عزیز زیادہ بہتر خدمت کے قابل ہو سکیں۔

علوی





## مجلسِ ذِکر

ضبط و ترتیب : علوی

# اللہ کے نیک بندے

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

محترم حضرات و معزز خواتین!

حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالےٰ اس مقام پر ہمیں بٹھا گئے اس ریت کو ہم نبھا رہے ہیں۔ اللہ کے مخلص بندے دُور دُور سے اس کا نام سیکھنے کی غرض سے اکٹھے ہو جاتے ہیں دعا فرمائیں کہ اس حاضری اور محنت کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اپنے نام کی لذت و شوق سے سرفراز فرمائیں۔ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے براہ راست اللہ کا نام سیکھا، ان کی خوش قسمتی پر آسمان بھی رشک کرتا ہے وہ لوگ بڑے سعادت مند، نیک بخت اور خدا کے مقرب تھے۔ امام الانبیاء علیہم السلام کی رفاقت و معیت انہیں نصیب ہوئی۔ ہمارے حضرت مولانا سندھی قدس سرہ انہیں انقلابی فرماتے۔ اور فرماتے کہ یورپ "انقلابی" کے عنوان سے بات کو خوب سمجھتا ہے ان میں سے ایک ایک شخصیت ایسی تھی کہ انہوں نے ملکوں اور قوموں کا رخ پلٹ دیا۔ یہ معمولی بات نہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے راضی ہو گئے اور میں ان سے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

بہرحال یہ مجلس جو نام خدا سیکھنے اور اس کا تکرار و اعادہ کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہے اس میں آج ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔ بعض بدبخت لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں حالانکہ بقول مولانا سندھی حدیث کے انکار کا معنی یہ ہے کہ قرآن کی عملی زندگی کا انکار کر دیا جائے۔ قرآن اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری رسول پہ نازل فرمایا۔ رسول پاک علیہ السلام نے قرآن عزیز کی عملی ترجمانی فرمائی یہی حدیث ہے۔ اگر حدیث کو نہ مانیں تو لاکھ سر مارتے رہیں قرآن کے ایک لفظ کا مفہوم متعین نہیں ہو سکتا۔

حدیث جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ متعدد کتابوں میں موجود ہے۔ میں نے مسند احمد کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ احادیث مبارکہ کا یہ عظیم الشان مجموعہ امام المجاہدین حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہٗ کی کاوش و سعی کا نتیجہ ہے۔

ترجمہ یہ ہے :-

"اللہ تعالےٰ کے نیک بندے وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے"۔

ہمارے کچھ احباب اپنی سادہ دلی، بے سمجھی اور بعض ایسے بھی ہیں جو دانستہ اس قسم کی مجالس اور اہل اللہ کی صحبت کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں، حالانکہ نیکوں کی صحبت اختیار کرنے کا خود اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین رہ گئی بیعت تو سرکار دو عالم علیہ السلام سے بیعت ثابت ہے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ آپ نے محض بیعت جہاد کی حالانکہ بیعت عقبہ اولیٰ، ثانیہ وغیرہ کے وقت کوئی جہاد کا مسئلہ نہ تھا۔ اس وقت تو جہاد فرض بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن عزیز میں سورۃ ممتحنہ میں خواتین سے بیعت لینے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ عام حالات میں خواتین جہاد کی مکلف نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ سرکار دو عالم علیہ السلام کی نظر اتنی کیمیا اثر تھی

(باقی پیر)

خطبہ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

# شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمن الرحیم :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ صدق اللہ العلی العظیم)

(البقرہ : ۱۵۴)

محترم حضرات و معزز خواتین! ۶ر ستمبر کا دن ہماری قومی زندگی کا بڑا اہم دن ہے آج سے ٹھیک ۱۶ برس قبل اس تاریخ کو اچانک ہم پر حملہ ہوا اور بڑا شدید —— اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و احسان سے ہمیں بچایا اور ہماری امداد فرمائی — موقعہ و محل کی مناسبت سے چند گذارشات پیش خدمت ہیں — اللہ تعالےٰ ہمیں قرآنی علوم سے بہرہ ور ہونے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

## مومن اور جہاد

ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کلمہ ایمان و اسلام پڑھ لیتا ہے۔ اس پر ایک مستقل ذمہ داری یہ آن پڑتی ہے، کہ وہ مجاہد بن کر دنیا میں وقت گذارے۔ جہاد کا معنیٰ کوشش وسعی کا ہے۔ سورۂ حج کے آخر میں ہے وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ یعنی اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے —— جہاد محض دشمن قوم سے اسلحہ کی لڑائی کا نام نہیں بلکہ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کی ترویج و سربلندی کے لئے ہر نوع کی کوشش کو جہاد کہتے ہیں۔ اس کے برعکس "قتال" دشمن سے مسلح نبرد آزمائی کا نام ہے۔ اسی سورۂ حج میں ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ (جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی) جہاد کا عمل تو ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے کسی طرح یہ جائز نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس بنیادی کام سے غافل ہو۔ لیکن "قتال" "اسوقت" ہوتا ہے۔ جب کبھی دشمنان دین و ملت کی فتنہ سامانیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ اور ان سے مسلمان قوم کے ملی وجود اور دینی روایات کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس وقت مسلمان کے لئے مسلح جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ ایسے وقت میں مسلح جنگ سے پہلوتہی برتتے ہیں تو اُخروی سزا کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کے بُرے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں۔

## حضور علیہ السلام اور قتال

سید دو عالم علیہ السلام جس ماحول میں تشریف لائے اس سے ہر باشعور انسان واقف ہے۔ ایمان و اسلام کے لئے محنت و سعی کا عمل تو اسی دن آپ نے شروع فرما دیا۔ جب آپ کو منصب نبوت پر سرفراز فرما دیا گیا۔ آپ کی دعوت کی جس حد تک مخالفت ہوئی اس سے بھی ایک زمانہ آگاہ ہے لیکن لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ اور آپ کے رفقاء پر ہونے والے تمام مظالم کے باوصف آپ کو مسلح جنگ کی اجازت نہ تھی بلکہ اس وقت "کفوا ایدیکم" کا حکم تھا آخر میں ہجرت مدینہ کے بعد آپ کو



اجازت ملی اور پھر قتال کا سلسلہ شروع ہوا خود آپؐ کی زندگی میں ۸۰ سے زائد چھوٹی بڑی لڑائیاں ہوئیں جن میں کبھی آپ نے محض دفاعی رُخ سے جنگ لڑی تو کبھی اقدام بھی کیا۔ گذشتہ دو سو سالوں میں جب مسلمان قوم بحیثیت مجموعی فکری اور جسمانی غلامی کا شکار رہی۔ ایک طبقہ نے اپنی قلم و زبان سے دنیا کو یہ باور کرانا چاہا کہ آپ کی لڑائیاں محض دفاعی تھیں۔ دراصل یہ ذہنی پستی اور مرعوبیت کا کرشمہ تھا ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے ضرورۃً دفاع اور اقدام دونوں کی اجازت دی ہے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کا عمل دونوں طرح موجود ہے!۔ آپ کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک دنیا میں مسلمانوں کی شمشیر خاراشگاف دشمنانِ دین و ملت کے مغرور سروں کو ان کے جسم سے الگ کرتی رہی اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کی تلوار کُند نہیں ہوتی اور انہوں نے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل۔ (الانفال) پر عمل کرتے ہوئے ہر دَور کے اسلحہ میں اپنی مہارت فن کا مظاہرہ کیا اور اس کو استعمال میں لائے اس وقت تک مسلمان قوم کی طرف کسی نے میلی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور جس نے دیکھا اس کی آنکھ سلامت نہیں رہی اور جب مسلمان قوم اس فرض جہاد و قتال سے غافل ہو گئی۔ حتیٰ کہ خاص ان مقاصد کے لئے موجود مسلمانوں کے طبقہ نے پیشہ ورانہ سرگرمیوں کے بجائے دوسرے مشاغل اپنا لئے تو مسلمان کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ دنیا میں نکھٹو ہو کر رہ گیا۔

اجتماعی طور پر فرض جہاد و قتال سے غافل ہونے کے باوجود گاہ بگاہ ایسے واقعات ہو ہی جاتے ہیں کہ مسلمان کسی حد تک اپنی زندگی کا ثبوت دے ہی دیتے ہیں انہی میں ایک واقعہ ستمبر ۱۹۶۵ء کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تقسیم ملک کے بعد ہم نے پے در پے غلطیاں کیں۔ حتیٰ کہ ہم نے کلیدی آسامیوں پر اس جماعت کے لوگوں کو لا بٹھایا جن کا جماعتی مزاج جہاد کے خلاف تھا اور ہے پھر بھی اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت سے ۶۵ء میں مسلمانانِ پاکستان اور پاکستانی افواج نے لافانی کارنامے سرانجام دئے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے حریف نے تمامتر اخلاقی ضوابط و حدود پامال کرکے ہم پر چڑھائی کی تو اس کے عزائم بڑے خوفناک تھے اور وہ سارے ملک بالخصوص لاہور پر جو اس ملک کا دل ہے قبضہ کرنا چاہتا تھا حتیٰ کہ ہمارے ازلی دشمن یہود ونصاریٰ کے زیر اثر ذرائع ابلاغ نے لاہور پر قبضہ کی خبر اڑا بھی دی۔

آپ نے کبھی سوچا کہ اس موقعہ پر کیا وہ جذبہ تھا جو ہماری خیر کا باعث بنا؟ میں نے عرض کیا کہ ہم نے مسلسل غلطیاں کیں لیکن پھر بھی اس وقت کے حکمران نے کلمہ ایمان پڑھ کر دشمن پر وار کرنے کی جو تلقین کی تو ساری قوم کا رُخ تبدیل ہو گیا۔ ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی قوم سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور یہی چیز خدا کو مطلوب ہے اس کے برعکس انتشار اور افراتفری ایک طرح خدا کا عذاب ہے۔ قومی اتحاد کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ دیکھا کہ ہر چھوٹا بڑا مرد و زن ملک کی سلامتی کے لئے اور اس کے تحفظ کے لئے اپنی سی کوشش میں مصروف ہے اور واقعہ یہی ہے کہ جب کسی قوم کے افراد اپنے ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر قربان کر دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کو یہ ادا اتنی پسند آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے اس قوم کو اپنی رحمت کے دامن میں سمیٹ لیتے ہیں اور اس موقعہ پر یہ بھی دیکھا گیا کہ پوری قوم رجوع الی اللہ، نماز کی پابندی اور دیگر فرائض میں منہمک ہو گئی۔ کاروباری لوگوں نے اس موقعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی۔ اپنے سٹاک باہر لائے واجبی داموں لوگوں کو اشیاء ضروریہ مہیا کیں۔ سرکاری ملازمین کے طور طریقے بدل گئے اور پھر محاذِ جنگ پر ہمارے

جری نوجیوں نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ ان تمام اسباب و عوامل کے نتیجہ میں پاکستان بازی لے گیا اور اس کی فوج اور عوام سرخرو ہوگئے۔

## لیکن پھر

ہوا یہ کہ یہ جذبے سرد پڑنے لگے قومی اتحاد انتشار میں بدل گیا پھر سے ذاتی مفادات کی دوڑ لگ گئی رجوع الی اللہ اور نماز اور باقی فرائض کو پسِ پشت ڈال دیا گیا اور پیشہ ور ..... دوسرے مشاغل میں لگ گئے یہی اسباب اس واقعہ کے ۶ برس بعد ہماری بربادی کا باعث بنے اور ایسے کہ ہم آدھا ملک گنوا بیٹھے ـــــ اب ہر سال ۶ ستمبر کا دن بڑے اہتمام سے منایا جاتا اور شہداء ۶۵ء کی ارواح کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ یہ جذبہ بہت قابل قدر ہے اور ایسا ضرور ہونا چاہیئے وہ شہداء یقیناً ہمارے محسن ہیں اور قرآن کی روشنی میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم سوچیں کہ ۶۵ء کے ۶ سال بعد ہمیں کس کی نظر کھا گئی۔ کیوں ہم بیچ میدان پٹ گئے؟ آدھا ملک گنوا لیا:

عزیزانِ گرامی! میں ۶۵ء کے شہداء کو سلام کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں اسی طرح قومی اتحاد، ذاتی مفادات کی قربانی، رجوع الی اللہ کی دولت اور اپنے پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے کی توفیق دے تاکہ ہم باعزت قوم بن کر دنیا میں اُبھر سکیں۔

انہی الفاظ کو میرا پیغام سمجھیں اور اسی پر عمل کی کوشش کریں ـــ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

بقیہ : مجلس ذکر

کہ وہاں ریاضت و مجاہدہ اور مشقت کے بغیر لوگوں کی کایا پلٹ ہو جاتی تھی اب ذرا محنت و سعی کرنا پڑتی ہے اور یہ محنت و سعی نام خدا پر ہوتی ہے اور اس لئے ہوتی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ دلوں کا میل کچیل دور ہو جائے۔

سرکار دو عالم علیہ السلام کی حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ لکل شیئ صقالۃ کہ ہر چیز کی میل کچیل دور کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے وصقالۃ القلوب ذکر اللہ اور دلوں کا میل کچیل اللہ تعالےٰ کے ذکر اور اس کی یاد سے دور ہوتا ہے۔ بار بار خدا کا نام لینا اور اس کا مستقل ورد کرنا سنتِ رسول اور تقاضائے بندگی ہے اس لئے انسان کو وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔

اس لئے میرے بزرگو، بھائیو! اور محترم خواتین! اس معاملہ میں لوگوں کے وساوس کا قطعاً لحاظ نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ کی یاد میں لگے رہیں اور خدائے بزرگ و برتر کے نام سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں۔ اپنے قلوب کو معمور رکھیں اور اہل اللہ کی صحبت سے اپنے قلب و نظر کی سلامتی کا سامان فراہم کرتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے قلوب کی اصلاح کی توفیق دے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

بقیہ : ابوالکلامیات

کہ ان کا نمونہ امت مسلمہ میں آگے چل کر وہ غلو و حرج پیدا کر دیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا اور جس کو اسلام نے دُور کیا۔

## اختلاف کی نوعیت

سورۃ توبہ کی آخری آیت جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ تقسیم عمل کے قدرتی طریقہ پر ہر جماعت سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغِ دین کا کام اپنے ذمہ لے لے۔

بس یہی اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امت کے لئے رحمت ہوا اور یہی رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں۔



# ایک حدیث

محمد سعید الرحمان علوی

نشریہ
ریڈیو پاکستان لاہور
۲۹ اگست ۱۹۸۱ء
۵ بجے شام

---

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ اَمَّا بَعْدُ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ۔ (رواہ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس وقت جو حدیث عرض کی گئی اس کو امام مسلم قدس سرہٗ نے اپنی صحیح میں حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کے نہایت ہی عزیز و محبوب صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو یہ کہ وہ شخص جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی برابر تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے اس کی دعوت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انبیاء اس دنیا میں بھیجے جن کی آخری کڑی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم تھے۔ ایمان اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات میں ایک ماننا تمام معاملات میں محض اسے ہی متصرف سمجھنا علوم کے مخفی اور ظاہرہ خزانوں کا محض اسے ہی مالک خیال کرنا وغیرہ از حد ضروری ہے اس کے ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ کو سچا نبی سمجھنا اور حضور علیہ السلام کو آخری نبی تسلیم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں، اس کے فرشتوں، تقدیر اور موت کے بعد دوبارہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ ان تمام حقائق و مغیبات پر ایمان لانا ضروری ہے جن کو علماء کرام نے اپنی کتابوں میں قرآن و سنت کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔ مسلمان و مومن ہونے کے لیے ان تمام چیزوں پر یقین ضروری ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار انسان کو اسلام کے دائرہ سے نکال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ وعدہ فرمایا کہ جب اس طرح تم ایمان ویقین کی زندگی گزارو گے تو موت کے بعد تمہاری قبر وسیع و فراخ ہوگی۔ اور جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ۔ نیز جب قیامت قائم ہوگی تو تم ہنسی خوشی تمام مراحل سے گذر کر اس کے فضل سے جنت میں چلے جاؤ گے پھر وہاں نہ تو خوف ہوگا نہ غم، لیکن ایک شخص ایسا ہے جس کا ایمان بہت ڈھیلا ڈھالا ہے ایمان کے تقاضوں کو کما حقہٗ اس نے پورا نہیں کیا اعمال صالحہ کی دولت اس کے پلے نہیں۔ لہو ولعب، کھیل کود اور جشن و تماشہ میں اس نے زندگی گزاری تو اسے قبر و قیامت کے شدائد و مصائب سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اور عین ممکن ہے کہ اسے چند دوزخ کی بھی ہوا کھانا پڑے لیکن اپنے ایمان چاہے وہ کتنا بھی کمزور ہے کے سبب بالآخر دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں چلا جائے گا۔ حدیث کے پہلے حصہ کا مطلب یہی ہے کہ ایسا کمزور ایمان والا ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ لیکن دوزخ کا ایک لمحہ بھی تو بہت بڑی آفت ہے اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے اس مقام غضب سے بچاوے۔ دوسری بات تکبّر کی ہے کہ متکبر جنت میں نہیں جائے گا۔ المتکبر اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے اسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو جتنا چاہے بڑھا چڑھا کر پیش کرے لیکن اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کیونکہ ہر چیز اپنے وجود میں اپنی ضروریات کے حصول میں محتاج ہے۔ ایک محتاج و بے کس

(باقی ۲۱ پر)

# ابوالکلامیات

مرسلہ: ڈاکٹر شیر بہادر پنی، ایبٹ آباد،

## اِختلاف اُمتّی رحمۃٌ ؟

اس حدیث پر مولانا ابوالکلام آزاد نے "البلاغ" دسمبر ۱۹۱۵ء میں بڑی تفصیل سے بحث کی جو "البلاغ" کی بڑی تقطیع کے چار صفحوں پر باریک ٹائپ میں چھپی۔

مولانا علی احمد صاحب مدراسی نے یہ سوال "البلاغ" کے پہلے دو نمبروں کے طویل عربی افتتاحیہ کے ایک فقرہ پر کیا تھا۔ میں نے ان چاروں صفحات کا خلاصہ مولانا کے الفاظ میں ہی مدت ہوئی لکھ لیا تھا۔

مولاناؒ نے جواب میں تحریر فرمایا

"بلاشبہ آپ کا یہ خیال درست ہے کہ فاتحہ کی عبارت منقولہ کا انکار و تعجب اسی حدیث کے سوال تک منتہی ہوتا ہے لیکن نفسِ حدیث تک نہیں۔ بلکہ حدیث کے اُس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے اور عموماً فتنۂ اختلاف و تحزّب و تمذّہب کے مباحث میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔

فقیر کا اس جملے سے مقصد صرف یہ تھا کہ جس وجودِ اقدس (روحی فداہ) کو امت کا تقدیم و تاخیرِ قدم میں اختلاف گوارا نہ تھا (نماز کی صف بندی) اس کی امت عقائد و عبادات میں مجسمہ اختلاف و شقاق بن گئی اور پھر کہتی ہے کہ یہ رحمت اگرچہ یہ رحمتِ الٰہی ہے۔ تو بقولِ حافظ کے "عذاب الٰہی" یقیناً اتفاق و اتحاد ہوگا۔"

فنعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیّئاتِ اعمالنا!

اس کے بعد لکھتے ہیں؛

"بیہقی نے میں روایت کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتاب اللہ پر عمل کرو۔ اس کے ترک کے لئے کسی کا عذر مسموع نہیں۔ اگر کتاب اللہ میں کسی معاملہ کو نہ پاؤ تو میری سنّت پر عمل کرو۔ اگر میری سنّت میں نہ پاؤ۔ تو میرے اصحاب کے قول کو ڈھونڈو۔ میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ اُن سے جو کچھ لوگے اس میں ہدایت ہوگی اور اختلاف میرے اصحاب کا تمہارے لئے رحمت ہے۔"

پھر کچھ اور حوالہ جات دے کر ثابت کیا کہ حدیث میں اختلافِ اصحابی رحمت ہے نہ کہ اختلاف امتی رحمت۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلافِ امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک سند بیان کی گئی ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ بہ صورت صحت و روایت، صحابہ کے اختلاف سے بھی کون سا اختلاف مراد ہے؟

کیا وہ اختلاف جس نے کئی دن تک حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ غذا اور پانی بند کیا اور بالآخر اُن کی مظلومانہ شہادت کا باعث ہُوا؟

کیا وہ اختلاف، جس کے تحت مختلف دو جماعتیں



مدینہ اور مکہ سے نکلیں اور اور جس کا نام تاریخ نے "جنگ جمل" رکھا ہے؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف جس کی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں۔ جس کی بدولت صدہا صحابہ کرام مقتول و شہید ہوئے۔"

---

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ان میں سے بعض نے صاف صاف تحریر کر دیا ہے، کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں۔ بلکہ فہم و تدبر مسائل، اجتہاد و طرزِ اجتہاد استنباط و طرز استنباط، مسالک مختلفہ علم و عمل اور طریقِ سلوک و مجاہداتِ دینیہ کا اختلاف مراد ہے یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امت کے لئے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے۔ نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا۔

اصل یہ ہے کہ روایت میں جس طرح اختلاف کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے۔ وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصد کیا ہے؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امّت کے لئے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے۔ قرآن حکیم میں جو کچھ تمہیں دے دیا گیا ہے۔ اور جو کچھ بتلا دیا گیا ہے کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اگر ایسے معاملات پیش آ جائیں کہ اُن کی تفصیل و جزئیات سے قرآن حکیم خاموش ہو تو سنّت کی طرف متوجہ ہو۔ اور دیکھو کہ حامل قرآن کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوّت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد و قضایا میں اُن کو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں۔؟

لیکن چونکہ فہم و استنباطِ مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ صحابہ سے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو۔ اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائے رکھتے ہوں۔ پس فرمایا کہ اُن کے اس اختلاف و تعدّد، طریق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسی کے اندر حقیقتِ مرجعہ کو تلاش کرنا چاہئے۔ یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے، اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہ ہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رُک جاتی۔

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباطِ مسائل و طرق و استدلال و اجتہاد میں صحابہ کرام مختلف تھے۔ مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذّہب و تحزّب نہ تھا "الی اللہ والی الرسول" کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ اور ہر شخص اپنی رائے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا۔ اس لئے ان کا اختلاف یقیناً رحمت تھا جس سے شریعت کے حقائق ابھرے اور اس کا ہر گوشہ نمایاں ہُوا۔ اُن کا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو دراصل ایک عذاب الٰہی ہے۔ اور جس کی نسبت امّتِ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ"

حضرت ابن عباس تمتع بالعمرہ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے۔ بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا۔ جب عروہ نے اُن سے کہا۔ کہ افرادِ حج افضل ہے تو انہوں نے کہا۔ تمتّعَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عروہ نے کہا۔ ولٰکن ابوبکر و عمر لم یفعلا۔ لیکن ابوبکر و عمر نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت ابن عباس نے غضب ناک ہو کر اور "فردّوہ الی اللہ والرسول" کی روح القدس سے معمور ہو کر فرمایا۔ ممکن ہے تم پر آسمان سے سنگ باری ہو۔ میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اس پر تم حجّت لاتے ہو کہ کہا [illegible]

و عمرؓ نے ؟

اسی واقعہ سے اندازہ کر لیجئے کہ "فردّوہ الی اللہ والرسول" کا کیا جاہ و جلال صحابہ کرام کی نظروں میں تھا۔ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ اُن کا اختلافِ فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا۔

صحابہ کے اندر سماع موتٰی میں اختلاف تھا۔ لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا۔ تیمّم جنابت کے متعلق اختلاف تھا۔ وجوبِ غسل از اِکسال کے متعلق حضرت عائشہؓ کا فتوٰی اور تھا حضرت علی، عثمان، طلحہ، ابو ایوب اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوٰی دوسرا تھا۔ لیکن اُن میں سے کوئی اختلاف بھی فتنہ تحزّب و تشیّع (فرقہ بندی و گروہ بندی) تک نہ ہُوا۔ یہی معنٰی "اختلافِ اصحابی رحمۃٌ" کے ہیں اور فی الحقیقت یہی اختلاف رحمتِ الٰہی تھا۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جو قول قتادہ حنے نقل کیا ہے۔ وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصودِ اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے نہ کہ اختلافِ تمذّہب و تحزّب۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہ ہوتا تو امت کے لئے توسیع و رخصت کی سہولت نہ رہتی۔

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے ——— یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلافِ تشیّع و تمذّہب مقصود نہیں۔

## اختلافِ صحابہ و قرآن

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عزائم و رخص کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلافِ افکار نہیں بلکہ اختلافِ اعمال ہے۔ یعنی اگر تمام صحابہ کرام ایک ہی طرح کی عملی زندگی بسر کرتے تو ایک طرف تو تقسیمِ عمل کے قدرتی اصول کی بناء پر صدہا اعمالِ ضروریہ کا دروازہ بند ہو جاتا دوسری طرف جو نمونہ امّت کے لئے قائم ہوتا وہ ناقابلِ عمل و اتباع ہوتا۔

حضرات صحابہ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عملِ صالح اور طلبِ مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کئے جن کا ہر امّتِ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروری ہے سب ایک ہی راہِ جہد و طلب کے عامل نہ تھے۔ ایک جماعت تھی جس نے تفقّہ فی الدین کی طرف زیادہ توجہ کی اور علومِ نبویہ کی حامل و محافظ ہوئی۔ ایک جماعت تھی جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں صرف کیا۔ اور دشمنانِ حق سے شریعت کو محفوظ کیا ایک گروہ تھا جس نے طلبِ معاش صالح اور تجارت و کسبِ حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اس طرح اُن کی تاجرانہ زندگی بھی اشاعتِ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرتِ دین کا ذریعہ بنی۔

غور کیجئے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں کس طرح ٹھیک ٹھیک قرآن حکیم سے ماخوذ ہے۔ خود اللہ تعالٰی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابہ کرام کے مجموعی اعمال مقدسہ و طیبّہ کی تصویر کھینچی ہے (یعنی رات کو تہجد گذاری کسب رزق و تجارت کی غرض سے سفر اور پھر جہاد میں مصروفیت)

اس سے بھی ایک دو قدم اور آگے بڑھئے اور دیکھئے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھی، فی الحقیقت صحابہ کرام کی راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہمی اختلاف تھا۔

حضرت ابوذرؓ زہد و نسک میں منہمک تھے۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر استغراق عبادت و ترکِ لذائذ کا غلبہ تھا۔ حضرت ابن کعب، ابن مسعود ابن عباس حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان نے جب کسب و تجارت میں اوروں سے زیادہ توجہ کی پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہ ہوتا اور سب کے سب مثلاً حضرت ابوذر اور ابن مظعون زہد و ترکِ لذائذ میں مستغرق ہو جاتے تو نتیجہ یہ نکلتا

(باقی ۸ پر)



مولانا عبدالمومن فاروقیؔ

# کعبۃ اللہ

## تاریخی عظمت و پاکیزگی کا پرشکوہ نظارہ

آج سے کروڑوں بلکہ اربوں برس پہلے جب یہ لق و دق زمین کا وسیع پھیلاؤ تھا۔ اور نہ زمین کے اوپر اس نیلگوں آسمان کا چتر تھا۔ صرف خدا تھا اور اس کی قدرت کاملہ کے بہترین نمونے فرشتوں کی لاتعداد جماعت تھی۔ نور حقیقی کی کرنیں بلندی سے پستی کی طرف گرا کرتی تھیں۔ اور فرشتہ ان کرنوں کی پستی پر پہنچ کر احاطہ کئے بیٹھے رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی آفرینش سے ایک ہزار برس پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ پھر زمین کو قدرت نے ایک جنبش کُن سے ظاہر فرمایا لیکن اس وقت زمین نہایت پاک اور صاف ستھری تھی نہ اس پر کثافت و غلاظت کے آثار تھے اور نہ ظلم و قتل کے نشانات، وہ نور پاک کی تجلیاں جو کبھی وقت میں پستی پر پڑا کرتی تھیں۔ اب اس زمین پر پڑنے لگیں اب فرشتے زمین پر اتر کے اس مرکز نور کے گرد پروانہ وار نثار ہونے لگے، پھر خدا نے مٹی کا ایک پتلا بنایا۔ جس کو آدم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدرت کا یہ کھلونا قدرت کو بہت محبوب تھا۔ اولاً اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی گئی، اور اپنی کائنات (فرشتوں) پر حاکم غالب مقرر فرمایا۔ جب قدرت کی ثناعی کا یہ عجیب ترین مظہر کسی قدر عقل و ہوش کو پہنچا تو خدا نے اس کا امتحان لیا۔ حکم ہوا کہ دیکھو ہم نے ایک درخت لگایا ہے۔ تم اس کو نہ کھانا مگر چونکہ اس قدرتی صناعی میں عصیاں کا بھی جزو شریک کر دیا گیا تھا۔ اس نے زور کیا اور انہوں نے گیہوں کھا کر جنت کے پُرفضا باغوں سے اس پستی کی طرف نزول کیا یہ پستی جواب زمین کہی جاتی ہے۔ ہبوط آدم کے وقت جنوں کی آبادگاہ تھی۔ جن یہاں مقیم تھے۔ اور بڑے زور و شور سے ان کی حکومت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا

حضرت آدم و حوا علی نبینا علیہم السلام دنیا میں جس وقت تشریف لائے تو اس وقت مالک کا ان پر عتاب تھا۔ اس لئے دنیا میں آکر بہت الم اور تکلیف کے ساتھ ان کی زندگی گذری جنت و رجنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ جو چیز ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوئی وہ نور حقیقی کی جلوہ پاشی سے محرومی تھی مدتوں بارگاہ الٰہی میں سرگرداں رہے اور اپنے جرم کی استغفار کیا کئے۔ رحیم و کریم نے آدم کا گناہ معاف کیا اور حکم ہوا کہ میں زمین پر تم کو اپنا ذریعہ بناتا ہوں، تم یہاں رہ کر اپنی اولاد سے اس غیر آباد معمورہ کو آباد کرو۔ چنانچہ آدم کی اولادیں ہونا شروع ہوئیں۔ روزانہ صبح سے شام تک ایک نہ ایک فرزند پیدا ہو جاتا۔ جدھر آپ نکل جاتے انسانوں کی بستیوں کی بستیاں زمین سے پھوٹ پڑتیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت قلیل عرصہ کے اندر زمین میں خدا کی بہت بڑی مخلوق پیدا ہو گئی ان سب بھائی بہنوں میں رسم نکاح جاری ہو گئی اور بہت جلد خدا نے اس سے بھی اولادیں پیدا کرنا شروع کر دیں۔

---

آدمؑ کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں آنے کے بعد مرکز نور سے استفادہ کا بالکل موقع نہیں ملا وہ تڑپ رہے تھے۔ بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی بارالٰہا جنت میں جو روحانی غذا مجھے آپ کے نور سے حاصل تھی۔ اس کی ایک جھلک یہاں بھی اتار دے آدم علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہوئی اور خدا نے ان کو بذریعہ وحی کے بتلایا کہ زمین کے فلانے مقام پر ہمارے مرکز نور کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے چاروں طرف حد بندی کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جاؤ یہ

چیز تم کو وہاں ملے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام اس روحانی مسرت کو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے خدا نے اس مخلصانہ سفر میں یہ زبردست قوت سیر عطا کی کہ ایک ایک قدم میں ہزاروں لاکھوں مربع گز زمین لپٹتی چلی جاتی، اس سفر میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کا وہ معجزہ برابر ظاہر ہوتا رہا۔ ایک قدم کے اٹھنے پر دوسرے قدم تک جو فیصلہ ہوتا وہاں انسانوں کی کثیر آبادی پیدا ہو جاتی اور آدم علیہ السلام اس آبادی کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے تو آگے بھی یہی اعجاز ظہور پذیر ہو جاتا تھا

الغرض ایک دن مرکز نور کے قریب پہنچ گئے بحکم خدا فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو دیکھ کر پہچانا۔ اور اندر لیجا کر اس تجلی گاہ کی زیارت کرائی آدم علیہ السلام اور فرشتے جب آسمان پر تھے۔ اور اس مرکز نور پر جاتے تھے۔ تو وہاں داب داب سے پروانہ وار گھومنے لگتے تھے۔ آدم علیہ السلام پر یہ وجد یہاں پہنچ کر پھر طاری ہوا اور سب فرشتوں کے ساتھ شامل ہو کر مہبط نور کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ ارزقی اور ابن منذر نے وہب بن منبہ سے اس روایت کو نقل کر کے بیان کیا ہے کہ وہ مرکز نور جس مقام پر تھا۔ وہ یہی مقام تھا۔ جہاں آج بیت اللہ ہے۔ حرم وہ فرشتوں کا حفاظتی مقام ہے اور یہ طواف اسی عادت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کی سنت وجد کی ایک زریں سنت کی تمثیل ہے۔

عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ جندیؒ حضرت عطار بن سائب سے نقل کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں جب عرض کیا کہ میں جب سے زمین پر اترا ہوں مجھے نہ فرشتوں کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں۔ اور نہ تیرے پرتو انوار کی زیارت ہوتی ہے۔ تو قدرت ان کو بتلایا کہ اب تم یہ چاہو کہ دانہ گندم کھا کر نافرمانی کے ارتکاب کے باوجود اس اصلی حقیقت سے محفوظ ہو نا ممکن ہے البتہ تمہاری خاطر ہم اتنا کرتے ہیں کہ زمین کے فلاں مقام پر جہاں ہماری آسمانی تجلی گاہ کا عکس گرا کرتا ہے۔ اور اس کو فرشتے گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ اور اس کو حرا، جودی، لبنان طور، زیتا، طور سینا کے پتھروں کے مستحکم کر کے مکانی حیثیت دو۔ وہاں ہماری تجلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے حظ حاصل کرو

آدم علیہ السلام نے تلاشش کر کے اس مہبط مقدس کا پتہ چلایا۔ اور اس کوہ حرا۔ تبیر طور، جبل احمر۔ جودی کے پتھروں سے پختہ کر کے محیط کر لیا۔

---

حضرت آدم علیہ السلام نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت تک مکانات کا وجود نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالٰے نے ان کے لئے جنت سے کپڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ عنایت کر دیا۔ جس میں وہ رہا کرتے تھے اسی میں حضرت آدم نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس خیمہ کو بھی پتھروں سے محفوظ کر لیا تھا مگر جب فتنہ فساد کا بازار گرم ہوا۔ ہابیل قابیل نے جنگ کر کے قتل و غارت گری کا مظاہرہ کیا تو حضرت شیث کو خدا نے ان لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں مبعوث کیا لیکن اب دنیا اپنے عہد ازل کو ایک حد تک بھول سی چکی تھی کسی نے ان کی پیروی کی اور کسی نے نہیں کی۔ اس طرح کا چلن چلتے ایک مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سرکشوں کی منظم جماعتیں بن گئیں۔ اور انتہائی ظلم و ستم کے پہاڑ زمین ٹوٹنے لگے۔ خدا نے اپنے نبی کی زبان سے پہلے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو عذاب الٰہی مسلط کیا گیا۔ اور طوفان بھیج کر ساری آبادی کو تہس نہس کر دیا گیا۔ صرف حضرت نوحؑ اور ان کے معدودے چند متبعین غرق آب ہونے سے بچ گئے باقی سب ہلاک ہو گئے۔ طوفان بھیجنے سے پہلے خدا نے اپنی اس تجلی گاہ کو بھی آسمان پر اٹھا لیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا اور لوگوں نے تلاش شروع کی تو سوائے چند بھرے ہوئے سرخ ٹیلوں کے یہاں کچھ نظر نہ آیا۔ غرض کہ یہ تجلی گاہ غیر معدوم سی ہو گئی۔

---

ابن اسحاقؒ رزنیؒ اور بیہقیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔

ما من بنی الا وقد حج البیت الا ماکان من ھود وصالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان



البیت ربوۃ حمراء فبعث اللہ عز وجل ھود افتشاغل بامر قومہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بواہ اللہ لابراھیم حجہ ثم لم یبق نبی بعدہ الا حجہ

یعنی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو بس صرف دو نبی ایسے ہوئے جو حج نہیں کر سکے ایک ہود علیہ السلام اور دوسرے صالح علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام نے بھی حج فرمایا ہے۔ لیکن جب طوفان آیا تو ساری دنیا کی طرح بیت اللہ بھی غرق ہو گیا۔ طوفان جب ہٹا ہے تو بیت اللہ کی جگہ پر ایک سرخ ٹیلہ نکل کر ابر آیا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اس وجہ سے حج کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت رہیں اور اتنا موقع آپ کو نہ مل سکا۔ جو آپ وہاں جا کر حاضری دیتے علیٰ ہذا حضرت صالح بھی وہاں تک تبلیغ کی مہم سے اس درجہ غیر فارغ رہے کہ وہ بھی حج نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان دونوں نے مکہ کی تعمیر کر دی تو پھر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے حج کا فریضہ نہ انجام دیا ہو۔

بیت اللہ کا حج صرف انسانوں ہی پر فرض نہیں بلکہ فرشتوں، زمینوں اور بادلوں جنوں، حیوانوں سب پر یکساں طور پر فرض ہے۔ صرف صورت حج میں فرق ہے۔ کسی کے ارکان کچھ اور ہیں اور کسی کے کچھ اور۔ لیکن طواف میں سب شریک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف سے لوگوں کے بے توجہی ہو گئی تھی۔ اور اس مقدس مقام کو لوگ بالکل فراموش کر گئے۔ لیکن جب خدا کے خلیلؑ اپنی بی بی اور صاحبزادے کو ہجرت کرا کر لائے ہیں تو آپ نے ان کے لئے اس مقام کو منتخب فرمایا اس وقت یہاں نہ گھاس تھی اور نہ دانہ پانی کا کوئی اثر لیکن "بیت الحرام" کے پاس لا کر چھوڑنے سے آپ کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہاں اسمٰعیلؑ کی اولاد وغیرہ جب ہو گی تو یہ مقام آباد ہو جائے گا اور خدا کے گھر کی طرف لوگوں کو توجہ ہو جائے گی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایثار سے اس وادی غیر ذی زرع کو بہت جلد اس قابل کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آخر آ کر خوش ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادے کی معیت میں اس بیت الحرام کی عمارت پختہ کرائی، خدا کے دونوں سچے پیغمبروں نے جس ہمت و عزم صادق سے اس مکان مقدس کی تعمیر فرمائی اس کا آج بھی ظہور ہماری نظر کے رو برو ہے۔ آپ کے لئے ایک پتھر بطور باڑھ کے آسمان سے اتارا گیا۔ اس میں تاثیر یہ تھی کہ جب گارا وغیرہ لینے کی ضرورت ہوتی تو پتھر از خود جھک جاتا اور جب گارا لے چکتے تو از خود وہ پتھر مقام مقصود تک پہنچ جاتا۔ اس پتھر کو خدا نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ مقام ابراہیمؑ اسی دور کی یادگار ہے۔ حجر اسود جس کو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جنتی پتھر ہے۔ اور بنار کعبہ کی تاریخ اس کے بھی نزول کی تاریخ ہے۔ اس کا ابتدائی رنگ سفید تھا۔ اس پتھر میں جذب اعمال فاسدہ کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اب اس رنگ میں سیاہی کا بہت کافی غلبہ ہو گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہر خدا کا ہر آنے والا قاصد اس گھر کی عزت کرتا چلا آیا ہے۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ابراہہ نے پھر کچھ بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور چاہا کہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے مگر خدا نے اپنی ایک حقیر مخلوق سے اس کی عظیم الشان فوج پسپا کر کے اپنے گھر کی عزت و رفعت کو آنے والے پیغمبر کی کرامت کے لئے مرجع حقائق بنا رہنے دیا۔

غرضکہ یہی وہ گھر ہے جس پر تمام خدا کے بندوں کی جبیں ہائے میں ذہین و طباع ہستیوں کی خلاق ہیں انسان دنیا کو مصیبت اور دکھ کا گھر سمجھتے ہیں اور نیاز جھکائیں اسی کو خدا نے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین .................. کے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور ہے بھی اصیت یہی کہ یہ گھر میں سب سے پہلے تعمیر ہوا۔ اور یہ انسانوں کے لئے برکت و ہدایت کا ملجا و ماویٰ بنا۔ اسی گھر کا خدا کے خلیلؑ و حبیبؐ پروانہ وار طواف کیا کئے یہی گھر ابوبکرؓ و عمرؓ کی سجدہ گاہ بنا اسی گھر کی عثمانؓ و علیؓ نے اپنے جبینوں سے حفاظت

# لیالیِ رمضان

قاری عبدالمجید خطیب ـــــ ایل، او، ایس ـــــ لاہور

گذشتہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعلان سنا کہ امسال پاکستان کے اہم شہروں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی شبینہ محافل کا اعلان کیا گیا ہے جنہیں رات بھر ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن سنائیں اور دکھائیں گے۔ اس اعلان پر یقین مشکل تھا مگر کر لیا گیا اس لئے کہ قیام پاکستان کے بعد کچھ بااختیار لوگوں کا خیال یہ تھا کہ قرآن مجید صرف کسی کی برسی پر پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو، ٹی وی پر قرآن مجید کا کوئی کام نہیں ہے۔

ستائیس رمضان نماز عشاء کے بعد ریڈیو پاکستان سے سنا تو واقعی قرآن مجید کے ابتدائی دس پاروں میں سے حدر کے انداز میں بڑی مؤثر اور دلنشیں تلاوت ہو رہی تھی۔ میں نے جب ٹی وی کھولا تو آنکھیں یہ دیکھ کر خوشی سے اشکبار ہو گئیں کہ گویٹہ شہر کی ایک مسجد ہے۔ نمازیوں کی دست بستہ صفیں کھڑی ہیں ان میں ساٹھ سالہ بوڑھے، اٹھارہ سالہ نوجوان اور آٹھ سالہ بچے بھی شامل ہیں جائے نماز پر ایک بیس سالہ قاری صاحب بڑے پُروقار انداز میں کھڑے بہت دلسوزی اور اثر انگیزی سے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد پروفیسر خالد علوی نے شاہی مسجد لاہور سے ناظرین کو سلام پیش کیا اور محفل شبینہ کی طرف دعوتِ سماعت اور اشارۂ نظر کیا۔

سبحان اللہ! شاہی مسجد کے طویل ہال میں لمبی لمبی صفیں آراستہ ہیں۔ جن میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلمان صف بستہ ہیں۔ نوافل شبینہ کی دو رکعت شروع ہونے کو ہیں۔ اعلان کے مطابق پاکستان کے ممتاز حافظ اور نامور قاری اور پختہ مشق استاد قاری نور محمد صاحب نے تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے اور باندھ لئے۔ رات کا پچھلا پہر ہے۔ شاہی مسجد کے گھمبیر سناٹے میں قاری صاحب کی پُرسوز آواز بلند ہوتی ہے اور موتیوں کی طرح صاف ستھرے چمکتے دمکتے الفاظ کانوں کے راستے دِل دماغ کی گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں۔ ایک پارے کی تلاوت کے دوران قاری صاحب کی پیشانی پر پسینے کے موتی چمکے اور ایک لڑی کی صورت جائے نماز پر جذب ہو گئے۔ اور میں سوچتا رہ گیا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا خوب خبر دی ہے کہ قرآن مجید کے اترتے وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ اطہر پسینے سے شرابور ہو جاتی تھی۔ جبکہ سردیوں کا موسم ہوتا تھا۔ یہ آیت بھی بار بار یاد آئی کہ اگر ہم یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

کچھ وقت گذرا تو اسلام آباد سے اظہر لودھی نے اپنی سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ کمیونٹی سنٹر اسلام آباد کی محفل شبینہ کا اپنا ہی رنگ ڈھنگ اور انداز و آواز تھا۔ مولانا قاری محمد عبید اللہ مصروفِ تلاوت ہیں۔ سفید گورا رنگ، بھرپور کالی سیاہ مسیح داڑھی، متانت اور تقدس کا ملا جُلا مرقع، قرآن حکیم کی سات قرأتوں میں امام نسائی کی روایت اسلام آباد کے لکھے پڑھے متمول نازنین اور جیالے غازی ہاتھ باندھے اپنے پروردگار کا کلام سن رہے ہیں۔ ان میں پھولوں جیسے نوخیز چہرے ـــ فیشن ایبل تلوار کٹ داڑھی والے نوجوان آفیسرز مختلف مرکزی وزارتوں



میں اعلیٰ عہدیدار وزارتِ اوقاف کے حافظ محمد لطیف اور مولانا محمد میاں صدیقی شامل ہیں۔ قاری صاحب دنیا اور اہل دنیا سے لاتعلق اپنے رب کے کلام کو اس ادب اور احترام سے سنبھل سنبھل کر پڑھ رہے ہیں کہ دل بار بار یہ صدا دیتا ہے ؎

نہ ہوا اسلام کیوں ممتاز دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

ریڈیو پاکستان اور ٹیلیویژن نے یہ نورانی سلسلہ اٹھائیسویں رات بھی اختتام سحر تک جاری رکھا۔

انیسویں شب ختم قرآن اور شبینہ محافل کی تکمیل کی شب ٹی وی کا رابطہ جب پشاور سے قائم ہوا تو یہ محسوس ہوا کہ اگرچہ ظاہری زیب و زینت محدود ہے مگر یہ شبینہ ان بہادر، جانباز، سرفروش، اسلام کے شیدائیوں اور پاکستان کے متوالوں کا شبینہ ہے جو اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں مگر قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔ پشاور کے اس شبینے سے بار بار علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آ رہا تھا ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

میرے دل پر اس وقت ایک رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جب میں نے کراچی کی میمن مسجد میں محفل شبینہ کا نظارہ کیا۔ ٹی وی کے میزبان مولانا ولی رازی نے دعوتِ نظارہ دی تو کیا دیکھا ـــ گھنٹے گذر گئے، پاؤں تھک گئے، آنکھیں نیند سے بوجھل، ہاتھ بندھے ہوئے، دن کے روزے سے اعصاب مضمحل، اگلے روز دفتر میں حاضری، کارخانوں میں کام، مگر اس کے باوجود شوق کا عالم یہ ہے کہ دو رکعت کی تکمیل ہوتی اور اگلی دو رکعت کی نیت اور ابتدا ہو گئی۔ ایک صف میں سینکڑوں نمازی کھڑے ہیں۔ قاری خیر محمد صاحب کی نرم دھیمی میٹھی اور رسیلی آواز ہزاروں الفاظ کو ان کے مکمل تلفظ کے ساتھ اہل پاکستان کے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ اسلام کتنا سچا، برحق اور مکمل نظامِ زندگی ہے کہ اِس کا دستور آج پندرھویں صدی میں بھی اُسی طرح محفوظ اور معصوم ہے۔ جس طرح آسمان سے نازل ہُوا تھا۔ ارشاد قرآنی ہے ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

رمضان شریف کی آخری اور انیسویں شب ہے سرکاری اور غیر سرکاری دائروں میں شبینہ کی یہ مبارک محفلیں جاری ہیں۔ لیاقت باغ راولپنڈی سے عبید اللہ بیگ اپنے ناظرین کو بڑی محبت، انکساری اور وضعداری سے مخاطب ہیں۔ جائے نماز کی جگہ کو ایک شامیانے کے نیچے بچھایا گیا ہے۔ قاری محمد عبد اللہ، قاری محمد یاسین اور قاری محمد عالمگیر بڑی خاموشی سے اہل فن کے دلوں میں اپنے فنی کمال کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مختلف اسٹیشنوں سے ہونے والی تلاوت قرآن حکیم کے ختم کی طرف دھیرے دھیرے بڑھ رہی ہے۔

لاہور کی شاہی مسجد میں احمد میاں تھانوی آخری پارہ تلاوت کر چکے تو دعائے ختم القرآن کے لئے شیخ طریقت مولانا سید عبدالقادر آزاد نے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کیا تھی ایک آہِ سحر گاہی تھی۔ جس نے سارے نمازیوں کو اشکبار کر دیا۔ مولانا آزاد نے ان شبینہ محافل کے انعقاد پر ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن کے محکموں کو دعا خیر دی اور اسلامیانِ پاکستان کی طرف سے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی اُن مساعی کی کامیابی کے لئے دعا کی جو موصوف پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کر رہے ہیں۔

اور میں کہہ رہا تھا۔ ؏

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

## دعائے مغفرت

محترم حافظ فتح محمد صاحب مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی اہلیہ محترمہ (والدہ محترمہ برادر عزیز منظور جاوید صاحب) گذشتہ ہفتہ اچانک انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماتے اور پسماندگان متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

علوی ـــ مدیر خدام الدین

# خوابِ گاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(قاری عبدالعزیز شوقی السعدی)

مرکزِ نورِ خدا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ
مخزنِ لطف و عطا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

سرگروہِ خیلِ اربابِ نظر کا قول ہے
عرشِ اعظم سے سوا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

دردمندانِ محبت کے لئے جائے سکوں
بے دلوں کا آسرا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

جلوہ گاہِ نورپاش و بارگاہِ لطفِ بار
مہبطِ وحیِ خدا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

اس کے پہلو میں بہارِ باغِ جنت ہے نہاں
دلکش و خاطر ربا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

بادشاہانِ زمن کے سر یہاں ہوتے ہیں خم
فقر و فخری کی بنا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

تا ابد اندر برِ خواجہ صدیقؓ و عمرؓ
مظہرِ شانِ ولا ہے خواب گاہِ مصطفےٰ

رحمتوں کے پھول شوقی کیوں نہ برسیں رات دن
روضۂ صلِ علیٰ ہے خواب گاہِ مصطفےٰ



# میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

## مغربی دُنیا کے عظیم موسیقار "پاپ سنگر" کیٹ سٹیونس (یوسف اسلام) سے ایک ملاقات

اُسے وہ سب کچھ حاصل تھا جس کی کوئی انسان تمنا کر سکتا ہے دولت، شہرت اور عزت۔ وہ جوان تھا اور جوانی کے سارے خواب پورے ہو رہے تھے لیکن پھر بھی اُس کی روح بیقرار تھی اتنا کچھ پا لینے کے باوجود وہ مضطرب رہتا تھا۔ کسی چیز کی کمی اُسے بُری طرح پریشان کئے رکھتی تھی۔ اس نے روح کی اس بے چینی کا علاج تلاش کرنا شروع کیا اور دنیا کی نعمتوں کی طرح وہ روح کی اس نعمت کو پا لینے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس پر خدا کی ساری نعمتیں تمام ہوگئیں مسلمان ہوا تو وہ زندگی ترک کر دی جو راتوں کو جاگنے، روشنیوں اور رنگوں کی دنیا میں رات بھر گھومتے رہنے اور نفس کی لذتوں سے عبارت تھی

اس کا نام کیٹ سیٹونس تھا اب اس کا نام یوسف اسلام ہے۔ اور اس طرح مغربی موسیقی نے اپنا ایک روشن ستارہ کھو دیا ہے اور اسلامی دنیا نے ایک جاندار اور باشعور مسلمان پا لیا ہے۔ کیٹ سٹیونس مغربی موسیقی کا ایک نامور موسیقار تھا پہلے وہ برطانیہ میں مشہور ہوا پھر اس کی شہرت یورپ میں پہنچی اور رفتہ رفتہ وہ امریکہ پر چھا گیا۔ سٹیونس کے اسلام لانے کے بعد جب ایک عرب صحافی نے اس سے انٹرویو کی درخواست کی تو اس نے ایک شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ اسکی تصویر نہیں اتاری جائے گی۔ تاہم فوٹوگرافر اس کی لاعلمی میں اس کی چند تصویریں اتارنے میں کامیاب رہا چنانچہ انٹرویو میں اس سے پہلا سوال یہی تھا۔

س:۔ اب آپ تصویر کیوں نہیں اتروا تے؟

ج۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیمرے کی تصویر انسان کی حقیقی شخصیت کو منعکس نہیں کرتی۔ انسان کا حقیقی جوہر کیمرے سے مخفی ہی رہتا ہے اصل چیز تو روح ہے جو باقی رہتی ہے۔ گوشت پوست کا جسم فانی ہے خاک ہو جاتا ہے۔ ایک فانی وجود کی تصویر بے معنی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تصویر کے آلات مجھے اپنا دورِ جہالت یاد دلاتے ہیں جب میں نائٹ کلبوں میں گایا کرتا تھا اور کیمروں کی روشنیوں میں نہایا رہتا تھا اب ہدایت پا لینے کے بعد مجھے ماضی کی یادیں دُکھ دیتی ہیں بے چین کر دیتی ہیں

س:۔ اسلام کے حلقے میں آنے سے پہلے ہمیں اپنی زندگی کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج:۔ میں زندگی بھر مسلمان رہا ہوں لیکن مجھے اس کا علم نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے مجھے بتایا کہ تو مسلمانوں جیسا ہے میں ہمیشہ حق کی تلاش میں رہا توحید اور صراطِ مستقیم کی کھوج لگاتا رہا اس کے باوجود کہ میں ایک مغربی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اور ایسی سوسائٹی میں پروان چڑھا جو مادے کو زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہے لیکن میں اپنے دل کی گہرائیوں میں اپنے آپ کو اس سوسائٹی میں اجنبی پاتا تھا مجھے یہ احساس ہر وقت رہتا تھا کہ مجھ میں کسی چیز کی کمی ہے۔ حقیقی سکون اور خوشی مجھے حاصل نہ تھی۔ اب میں اسلام لانے کے بعد محسوس کرتا ہوں کہ مجھ میں جو کمی تھی وہ پوری ہو گئی ہے خلاء بھر گئے ہیں اور سکون اور راحت میری قسمت میں لکھ

یوسف اسلام جو اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکے ہیں کا اصل نام سٹیفن دیمتری جورجیو تھا وہ لندن میں پیدا ہوئے جب وہ موسیقی کے میدان میں داخل ہوئے تو انہوں نے "کیٹ سٹیونس" کا نام اختیار کیا۔ سولہ برس کی عمر میں موسیقی شروع کی اور انیس برس کی عمر میں ان کی شہرت مغربی دنیا میں پھیل چکی تھی ۱۹۷۷ء کی سردیوں میں جمعہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا وہ ترکی کی ایک پردہ دار خاتون کے شوہر ہیں چند ہفتے ہوئے خدا نے انہیں ایک بیٹی عطا کی ہے جس کا نام حسنہ رکھا گیا ہے وہ انگریزی زبان میں قرآن و سنت کے بارے میں کتابچے لکھتے ہیں اپنی ہر بات اور کام بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں اور ان کی گفتگو میں الحمدللہ اور انشاءاللہ کے جملے بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ کا نام آتا ہے تو وہ عربی اور انگریزی دونوں میں درود پڑھتے ہیں۔

دی گئی ہے۔

**س:۔ آپ کا بچپن۔؟**

ج:۔ میرا بچپن ٹھیک ٹھاک تھا میرا باپ یونانی قبرصی تھا اور ماں سویڈن کی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد لندن میں ان کی ملاقات ہوئی انہوں نے شادی کر لی۔ میں اور میرا بڑا بھائی ڈیوڈ ان کی اولاد ہیں میں چونکہ خاندان میں چھوٹا تھا اس لئے مجھ سے سبھی پیار کرتے تھے۔ میری ماں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ اور مجھے موقع دیا کہ میں اپنے رجحانات اور خیالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکوں،

**س:۔ اسلام لانے سے پہلے آپ ایک دیندار آدمی تھے یا۔؟**

ج:۔ معروف معنوں میں دیندار آدمی نہ تھا۔ تاہم میں ایک ایسا فن کار ضرور تھا جو فن میں زندگی اور حقیقت کا راز تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے میری فنی زندگی کا آغاز بچپن ہی سے ہو گیا تھا مجھے یاد ہے کہ میں پانچ برس کا تھا کہ مصوری کی طرف مائل ہوا۔ اور رنگوں کی دنیا میں الجھا رہا میں کینوس پر اپنے لئے خوشی تلاش کیا کرتا تھا۔ میری ماں نے جب میرا یہ شوق دیکھا تو میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔ فن کے ساتھ میری یہی لگن مجھے موسیقی کی دنیا میں لے آئی میں اپنی موسیقی رنگین قلموں سے لکھتا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تلاش کرنے اور پھر اس کے اظہار کے لئے فن مصوری نے میری بڑی مدد کی یہی مصوری اپنی تلاش کا یہ ذریعہ اور اظہار کا یہ اسلوب مجھے رفتہ رفتہ اسلام کی طرف لے آیا۔

**س:۔ آپ مصوری سے موسیقی کی طرف کیسے آ گئے۔؟**

ج:۔ کوئی پندرہ برس کی عمر میں مجھے گانے کا شوق ہوا۔ اس زمانے میں موسیقی میرے خیال میں دوسرے فنون سے زیادہ جاندار فن تھی۔ میرے والد جب مجھے گٹار خرید کر دینے پر راضی ہوئے تو میں نے موسیقی کی مشق شروع کر دی جب میں گٹار کے تار چھیڑتا اور اس کے ساتھ میری آواز بلند ہوتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ میں اس طرح بہتر طور پر اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کر رہا ہوں میرے گانے اور میری موسیقی مادی زندگی سے زیادہ روحانیت کے قریب ہوتی مجھے اس وقت اپنے کئی ایسے گانے یاد آ رہے ہیں جن میں انسان کی مادہ پرستی کی کلفتوں کا ذکر ملتا ہے اور جن میں روحانیت کی تلاش میں بھٹکتے ہوئے انسان کی پریشانیاں محسوس ہوتی ہیں۔

**س:۔ آپ کی فنی کامرانیاں۔؟**

ج:۔ فن غناء میں مجھے بہت بلند مقام ملا پہلے برطانیہ میں میرے نغمے گونج پھر یورپ اور بعد میں امریکہ میں میرے گانے بے حد مقبول ہوئے یہاں کئی برسوں تک میرے گانے ہٹ رہے۔ یہ بے پناہ مقبولیت میرے لئے خوشی نہ بن سکی مجھے مزید الجھن ہونے لگی کہ ایک طرف تو میں دنیا کی ہر نعمت رکھتا ہوں لیکن دوسری طرف وہ خوشی مفقود ہے جو مجھے اس نعمت سے حاصل ہونی چاہیئے آخر یہ کیا ستم ہے۔ میں اپنے اندر کے اس دکھ سے گھبرا کر رنگ و نور اور عیش و عشرت کی دنیا میں کھو گیا اور اس قدر دور چلا گیا کہ آج جب اس وقت کا یاد کرتا ہوں تو سخت دکھ ہوتا ہے عیش و عشرت کی یادیں بہت تلخ بن گئی ہیں لیکن میں جب لذتوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا تو ایک خطرناک مرض کا شکار ہو گیا اور الحمدللہ کہ اس مرض نے مجھے گمراہی سے بچا لیا یہ مرض میرے لئے خدا کی رحمت بن گئی

**س:۔ یہ مرض کون سا تھا۔**

ج:۔ میں دق سل کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا یہ مرض میری جسمانی گمراہی کا نتیجہ تھا اکثر فن کار اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اب تو سل کو فنکاروں کا مرض کہا جانے لگا ہے میں ایک سال تک زیر علاج رہا۔ ہسپتال میں مجھے غور و فکر کا مزید موقع ملا۔ مجھے محسوس ہوا کہ جسم تو چند دنوں کا مہمان ہوا کرتا ہے صرف روح باقی رہ جاتی ہے چنانچہ میں نے روحانیت کا مطالعہ شروع کر دیا اور ابتداء مشرق کے روحانی فلسفہ سے کی۔ میں نے چین، ہندوستان اور جاپان کے روحانی افکار اور اقدار کا مطالعہ کیا مجھے اس میں بہت اطمینان ملا۔ لیکن مجھے جس حقیقت کی تلاش تھی وہ نہ مل سکی۔ میرے کئی سوالات کے جواب تشنہ تھے۔ میرا یہ خیال کہ کائنات پر ایک طاقت مسلط ہے دن بدن پختہ ہوتا گیا لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ قوت کون سی ہے کسی ہے کیا ہے۔؟

**س:۔ آپ اسلام سے کیسے متعارف ہوئے؟**

ج۔ جیسے میں نے عرض کیا ہے ہسپتال میں حیوانیت سے متنفر ہوتا جا رہا تھا ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میری حیرت کا حال وہی تھا جو ہسپتال میں جانے سے پہلے تھا میری موسیقی کا رخ بدل گیا میں روحانی گیت تیار کرنے لگا جن میں انسان اور اس کے خالق میں تعلق کی اہمیت تھی انہی دنوں میرا بھائی بیت المقدس گیا اور وہاں وہ مسجد اقصیٰ دیکھنے بھی گیا۔ مسجد میں اُسے جو سکون قلب ملا اس سے اس نے مجھے ایک خط میں مطلع کیا اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے۔ میں اسلام کے بارے میں کچھ نہ جانتا تھا جب وہ لندن لوٹا تو اس نے مجھے قرآن پڑھنے کی ہدایت کی۔ اور قرآن



کا انگریزی ترجمہ میرے لئے حاصل کیا میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کیا اور مجھ پر انکشاف ہوا کہ یہی وہ بات تھی حقیقت تھی جس کی مجھے تلاش تھی میں نے قرآن پاک کا بغور مطالعہ کیا اور اس طرح میں نے اسلام کی نعمت پالی۔

**س:۔ کیا صرف قرآن پاک کے مطالعہ سے ہی آپ نے اسلام قبول کر لیا؟**

ج:۔ میں نے قرآن پاک کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرنے کا فیصلہ تو کر لیا تھا لیکن مجھے بہت سی مزید معلومات بھی درکار تھیں۔ ڈیڑھ برس تک میں متذبذب کے اس مرحلے میں رہا قرآنی احکام کی ادائیگی کی ترکیب اور دوسرے آداب و احکامات کی بجا آوری کے بارے میں معلومات کرتا رہا اس راہ میں بعض مشکلات در پیش تھیں چنانچہ مجھے معلوم ہوا کہ لندن کے ریجنٹ پارک میں مسجد موجود ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا۔ وہاں میں نے اسلام قبول کیا اور نماز روزہ اور زکوٰۃ ادا کرنی شروع کی ہر ہفتہ مسجد میں جاتا ہوں اور "حلقہ اسلامی" میں شرکت کرتا ہوں۔ جس میں تبلیغ اسلام کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اور عملی کام ہوتا ہے یہاں ہم مسلمان بھائی ایک دوسرے سے گھل مل جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ میرا بھائی بھی اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہے لیکن وہ صاحب اولاد ہے اس کی کچھ مشکلات ہیں میں جب مسلمان ہوا تو اسی وقت میں کنوارا تھا۔

**س:۔ اور آپ کے والدین؟**

ج:۔ میرے والد وفات پا چکے ہیں وہ میرے اسلام لانے سے خوش تھے چنانچہ موت کے وقت انہوں نے اسلامی اور عیسائی دونوں طریقے پر کلمہ شہادت پڑھا۔ میری والدہ میرے ساتھ ہیں انہوں نے ہی میرے لئے باپردہ مسلمان دلہن تلاش کی اور کبھی کبھار ہمارے ساتھ نماز بھی پڑھتی ہیں۔ انشاء اللہ وہ جلد ہی اسلام لے آئیں گی۔

**س:۔ پرانی زندگی چھوڑنے میں آپ کو مشکل پیش آئی ہو گی۔؟**

ج:۔ نہیں! میں ایک مدت سے دل سے مسلمان تھا۔ اور وہ خرابیاں چھوڑنا چاہتا تھا جنہوں نے میرے جسم اور روح دونوں کو زخمی کر رکھا تھا ہاں! البتہ پرانے دوستوں کو چھوڑنے میں بہت پریشانی ہوئی زندگی بھر کے ساتھی دن رات کا اٹھنا بیٹھنا سب کچھ جب چھوڑنا پڑا تو دل پر بڑا ہی بوجھ پڑا۔ لیکن میں دعا گو ہوں کہ خدا کرے وہ بھی میری طرح ہدایت حاصل کر لیں مجھے اپنی گزری ہوئی زندگی زیادہ یاد نہیں آتی۔ اصل چیز انداز زندگی نہیں وہ خوشی ہے جو انسان کو حاصل ہوتی ہے میں اب بہت مطمئن ہوں اور خوش ہوں۔ ایک نیک بیوی اور خوش خاندان۔ الحمدللہ!

میں اب عربی زبان کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں تاکہ خدا کے کلام کو براہ راست سمجھ سکوں۔ میری زندگی اب خدمت اسلام کے لئے وقف ہے۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ برطانیہ میں اسلامی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ پھیلا سکوں کیونکہ میرے خیال میں بہت سے برطانوی مسلمان ہو سکتے ہیں مگر انہیں اسلام کا علم نہیں۔

میں نے موسیقی چھوڑ رکھی ہے لیکن اس غور و فکر میں ہوں کہ موسیقی کے ذریعہ اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اب تک مجھے کوئی صورت نظر نہیں آئی لیکن خدا اس ۔۔۔ ضرور مدد کرے گا۔ میں قراءت ۔۔۔ پاک کی کوشش کر رہا ہوں خدا نے مجھے شیریں آواز کی نعمت عطا کی ہے۔ میں قرآن کی قراءت کر دوں گا اور اس کے ریکارڈ تیار کراؤں گا۔

**س:۔ نیا لباس کیسا لگتا ہے۔**

ج:۔ عمامہ رسول خدا کی سنت ہے۔ اور عربی لبادہ مجھے ان لباسوں سے زیادہ آرام دہ لگتا ہے جو میں اب تک پہنتا رہا ہوں۔ علاوہ ازیں میری رائے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو کسی دوسری قوم کے لباس کے مشابہ لباس نہیں پہننا چاہیے ہم ایک علیحدہ قوم ہیں کسی کی نقل کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے ہمیں تو سب سے جدا نظر آنا چاہیئے اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرنا چاہیئے ہمیں کسی خوف شرم اور احساس کمتری کے بغیر مسلمانوں کے انداز میں زندہ رہنا چاہیئے۔

**س:۔ کیا آپ کسی مسلمان ملک میں بھی گئے ہیں**

ج:۔ جی ہاں! میں نے ۱۹۷۹ء کے اوائل میں عمرہ ادا کیا ہے اور مصر اور بنگلہ دیش گیا ہوں اور انشاء اللہ حج بھی ادا کروں گا۔

## بقیہ : ایک حدیث

جو کانٹے کی چبھن برداشت نہیں کر سکتا وہ اکڑے، ڈینگیں مارے، پھولا ہو اور اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے تو ۔۔۔ کی روشنی میں تو غلط ہے ہی عقل بھی اس سے انکار کرتی ہے۔ ۔۔۔ تکبر کی وجہ سے مارا گیا اور آج ساری دنیا کی لعنتوں کا مستحق بنا ہوا قرآن عزیز نے جہاں ۔۔۔ آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا وہاں وہاں ابلیس فخر و غرور اور تکبر و بڑائی کا ذکر ہے سعدیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا کہ :

# عمرؓ دعائے پیغمبر عمرؓ مرادِ رسول

عمرؓ جری و عمرؓ جرأت و عمرؓ جانباز
عمرؓ حدیثِ شجاعت حکایتِ شمشیر
عمرؓ وقارِ قیادت، عمرؓ شکوہِ جہاد
عمرؓ رفیع و عظیم و عمرؓ عروج و فراز
عمرؓ میان سے نکلی ہوئی نئی تلوار
عمرؓ کا نام شکوہ و جلال کا مظہر
عمرؓ کے نام سے طاغوت لرزہ بر اندام
عمرؓ بشارتِ شوکت عمرؓ نویدِ ظفر
عمرؓ قبول و عمرؓ قابل، عمرؓ مقبول
عمرؓ ضیائے حقیقت عمرؓ رسول صفات
عمرؓ سیادتِ اعلیٰ امامتِ کبریٰ
عمرؓ خاصۂ خاصانِ مومنینِ کرام
عمرؓ مشیرِ پیمبرؐ، عمرؓ سفیرِ نبیؐ

عمرؓ قوی و عمرؓ قوت و عمرؓ ممتاز
عمرؓ فسانۂ غزوات، قصۂ توقیر
عمرؓ مجاہدِ بے باک و بندۂ آزاد
عمرؓ بلند عزائم عمرؓ فلک پرواز
عمرؓ کی ذات سراپا اشداء علی الکفار
عمرؓ کی شان سزاوارِ عظمتِ منبر
عمرؓ کی سطوت و ہیبت سے سرنگوں اصنام
عمرؓ کے پاؤں تلے تختِ کسریٰ و قیصر
عمرؓ دعائے پیمبرؐ، عمرؓ مرادِ رسولؐ
عمرؓ اذانِ محبت، عمرؓ نشانِ حیات
عمرؓ صداقتِ اولیٰ شہادتِ عظمیٰ
عمرؓ خلیفہ برحق عمرؓ امیر و امام
عمرؓ رفیقِ غنیؓ ہے عمرؓ شفیقِ علیؓ

عمرؓ کے نام پر لاکھوں شہادتیں قربان
عمرؓ کی خلافت پر صد ہا ولائتیں قربان

(بشارت الصبائی)

● حضرت جنید بغدادیؒ ایک رات اپنے گھر میں عبادت میں مصروف تھے کہ ایک چور وہاں آگیا اور گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کوئی چیز ہاتھ نہ آئی ۔ مایوس ہو کر لوٹنے لگا تو حضرت نے آواز دے کر بلایا اور اس کا نام پوچھ کر رخصت کر دیا۔ صبح کو ایک امیر نے حضرت کی خدمت میں ایک سو دینار روانہ کیے ۔ آپ نے یہ سو دینار چور کو بھیج دیے اور ساتھ ہی معذرت کی کہ آپ رات کو میرے گھر سے مایوس لوٹ گئے تھے لہٰذا یہ حقیر سا ہدیہ وصول فرمائیے۔ چور یہ دیکھ کر فوراً تائب ہو گیا۔ اور آئندہ کے لیے اس فعل سے احتراز کیا۔



# شب و روز

مرتب ضمیر میر

۲۷ر رمضان المبارک کو رات بعد از نماز عشاء توحید نگر میں ختم قرآنِ پاک کی ایک پُر وقار تقریب میں حضرت اقدس نے شرکت فرمائی۔ یہ مسجد حاجی محفوظ بھائی نے تعمیر کرائی ہے اور انہی کے صاحبزادے یہاں کلام اللہ سناتے ہیں اللہ پاک اپنی رحمتوں سے نوازیں۔ آمین۔ اس کے بعد جناب رشید احمد (جالندھر موتی چور ہاؤس) والوں کے ہاں ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں انہیں بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ جناب رشید احمد صاحب انجمن خدام الدین کے رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اولاد نرینہ سے نوازے اور دین و دنیا کی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

۲۸ر رمضان المبارک کی شب کو تین مختلف مقامات پر حضرتِ اقدس نے محافلِ ختم قرآنِ پاک میں شرکت فرمائی سب سے پہلے آپ اندرون یکی گیٹ میں ایک چھوٹی سی مسجد میں تشریف لے گئے یہ مسجد حافظ نواب الدین صاحب مرحوم کے نام نامی سے منسوب ہے۔ حافظ نواب الدین صاحب جیّد حافظ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، لاہور میں بے شمار ان کے شاگرد ہیں فرشتہ صورت و سیرت انسان تھے حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا حافظ حمیداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہی سے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ ہر سال اسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے بھی حافظ نواب الدین صاحب سے قرآنِ پاک کے چند پارے حفظ کئے حضرت اقدس ہر سال یہاں تشریف لے جاتے ہیں حضرت اقدس کو محترم حاجی رفیق صاحب (جو ایک دیندار اور خدا ترس بزرگ ہیں اور حضرت لاہوریؒ کے پرانے خدمت گزاروں میں سے ہیں۔ اور انہی کے صاحبزادے ہر سال یہاں قرآن سناتے ہیں) نے حضرتِ اقدس کو دستار پیش کی۔ حضرت اقدس نے فوراً اپنے سر سے ٹوپی اتار دی اور وہ دستار اپنے سر پر باندھ لی اور پھر اسی طرح ہی تقریر اور دعا فرمائی تقریر کے بعد اپنے ہاتھ سے شیرینی تقسیم کی۔ دوسرا پروگرام مسجد شان صحابہ (بڈھا راوی روڈ) پر تھا۔ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہاں تشریف لے گئے۔ دوست احباب سے مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی۔ اور اپنے دستِ مبارک سے مختلف حضرات میں نقدی تقسیم فرمائی۔ اسی رات جامع مسجد قلعہ لچھمن سنگھ میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب فرمایا اس مسجد کے خطیب فاضل اور مجاہد مولانا عبدالرؤف صاحب فاروقی بڑے باہمت اور پُرعزم نوجوان ہیں انہوں نے اس علاقہ میں صحیح العقیدہ نوجوان کا ایک مضبوط اور وسیع حلقہ قائم کیا ہے اور بڑے مثبت طریق سے نوجوانوں میں دینِ حق کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اللہ ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشے اور نیک ارادوں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت اقدس نے جلسۂ عام سے مختصر مگر نہایت ہی جامع خطاب فرمایا اس سے پہلے حضرت مولانا عبدالقادر آزاد نے مفصل تقریر فرمائی اور اکابر دیوبند کے کارناموں کو اجاگر فرمایا۔ بعد میں کچھ احباب حضرتِ اقدس سے بیعت بھی ہوئے پھر چائے کا اہتمام تھا۔ رات تقریباً دو بجے واپسی ہوئی۔

یکم شوال المکرم کو حضرتِ اقدس نے جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز عیدالفطر پڑھائی اور بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ پاکستان کے تحفظ و بقا اور عالم اسلام کے اتحاد و استحکام کے لیے عجز و الحاح سے دعا فرمائی حق تعالیٰ قبولیت سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔

۸ر اگست بروز ہفتہ صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری صاحب تبلیغی پروگرام کے سلسلے میں سرگودھا تشریف لے گئے ان کے ساتھ

میاں حلیم اللہ صاحب بھی تھے۔ لاہور سے بذریعہ ویگن رات آٹھ بجے سرگودھا پہنچے وہاں مدنی مسجد سٹلائٹ ٹاؤن میں عظیم الشان دوروزہ تبلیغی کانفرنس سے میاں محمد اجمل صاحب نے خطاب فرمایا اس دوروزہ کانفرنس کے پہلے روز حضرت علامہ نورالحسن شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا۔ کانفرنس کی دوسری نشست سے حضرت علامہ عبدالستار صاحب تونسوی اور صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری صاحب نے خطاب فرمایا رات حاجی غلام علی صاحب کلیار خلف حاجی شمشیر علی مرحوم کے ہاں قیام ہوا، دوسرے روز صبح میاں صاحب اور میاں حلیم اللہ صاحب سرگودھا سے سجوکہ بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت کے بہت سے متعلقین سے ملاقات فرمائی اس بستی میں حضرت اقدس کی خالہ حلیمہ بی بی صاحبہ رہتی ہیں موصوفہ مرحومہ خاتون بی بی کی چھوٹی بہن ہیں، جو بڑی نیک سیرت اور شب بیدار پرہیزگار تھیں۔ حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عورتوں میں خلافت جائز ہوتی تو میں خاتون بی بی کو ضرور خلافت دیتا۔ حضرت لاہوریؒ کے بعد مکرمہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اور ادھر حضرت اقدس سے برابر ان کا تعلق قائم رہا۔ حضرت لاہوریؒ باقاعدگی سے انہیں خط لکھا کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ اور حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی کے تقریباً تین سو دس نادر خطوط محترمہ خاتون بی بی مغفورہ کے متعلقین کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند ایک خطوط میاں محمد اجمل صاحب خدام الدین کے مکاتیب نمبر کے لیے ساتھ لے آئے ہیں وہاں سے میاں صاحب ایک اور بستی "اروڑ" تشریف لے گئے۔ یہ وہ متبرک علاقہ ہے جہاں اپنے دور کی رابعہ بصریہ محترمہ خاتون بی بیؒ رہائش پذیر ہوا کرتی تھیں۔ عام طور پر دیہات میں بالخصوص آج کے دور میں رزق حلال میسر آنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے لیکن یہ بستی گدڑی میں لعل کے مترادف ہے۔ وہاں مختلف حضرات سے جناب میاں صاحب نے ملاقاتیں کیں پھر میاں صاحب وہاں سے بستی "فروکہ" میں تشریف لے گئے وہاں محترم ڈاکٹر ابراہیم صاحب اور دوسرے متعلقین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی پر میاں صاحب پھر سرگودھا تشریف لے گئے اور گیارہ بلاک کی مسجد میں مجلس ذکر کی، ایک پاکیزہ مجلس سے "آخرت" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ عشا کی نماز تک اکثر احباب اور متعلقین جنہیں، کسی نہ کسی طرح اطلاع ہو گئی تھی، وہاں پہنچ گئے۔ ان میں مولانا محمد قاسم صاحب خلف الرشید حضرت مولانا مفتی سید احمد شاہ صاحبؒ بخاری جو حضرت لاہوریؒ کے خلفاء کبار میں سے تھے بھی وہاں تشریف لے آئے اور چوہدری عبداللہ صاحب جو کہ ڈپٹی محمد یوسف صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں بھی وہاں تشریف لے آئے ان کے علاوہ اکثر مساجد کے طلباء اور ائمہ کرام نے بھی اس روحانی محفل میں شرکت کی۔ اس رات سرگودھا میں ہی قیام رہا۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد بشیر کالونی سرگودھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کی زیر تعمیر مسجد دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے وہاں دعا فرمائی اور احباب سے ملاقات کی۔ اسی دن تقریباً بارہ بجے دوپہر واپس لاہور تشریف لائے۔

---

بقیہ ایک حدیث صد ۱۹ سے آگے

تکبّر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور تواضع بے حد پسند ہے حدیث میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسے سربلند کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں تکبّر کے مسئلہ کو بالکل واضح کیا گیا ہے اس کے راوی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا اچھا لباس وغیرہ بھی تکبر کی نشانی ہے۔ فرمایا نہیں حسن و آراستگی تو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے البتہ تکبّر نام ہے حق کو باطل کرنا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ اگر کوئی شخص متکبر بھی ہے اور کافر بھی تو وہ تو سدا جہنم میں رہے گا لیکن اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر تکبّر کرتا اور ہم جنسوں کو حقیر سمجھتا ہے تو اسے جہنم میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ اگرچہ بعد میں اسے جنت میں بھیج دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی اور متکبر سے بچ کر تواضع کی زندگی اپنانے کی توفیق دے۔

---



# طبّی مشورے

## حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

### پیروں کی جلن

س: کافی عرصہ سے موسم گرما میں پاؤں کے تلووں میں جلن رہتی ہے اب مرض نے شدت اختیار کر لی ہے۔ موسم سرما میں پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور پیشاب کی زیادتی ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن، حمید آباد، ضلع رحیم یار خاں

ج: موسم گرما میں مہندی اور کیکر کے پتے گھوٹ کر پاؤں میں لگائیں۔ موسم سرما میں معجون فلاسفہ یا جوارش جالینوس استعمال کریں۔

### سنگِ مثانہ

س: سنگ مثانہ کے لئے شہد اور سرکہ موسم گرما میں استعمال کیا گیا جس سے قدرے افاقہ ہوا۔ کیا یہ نسخہ موسم گرما میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ سنگ مثانہ کی شکایت بھی موسم گرما میں ہوتی ہے۔ مزاج گرم اور عمر ۵۶ سال ہے۔

عبدالرحمٰن، حمید آباد، ضلع رحیم یار خاں

ج: شہد اور سرکہ موسم گرما میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ ذرا پانی کی مقدار بڑھا دیں۔ اور یوں بھی دن بھر میں پانی کافی مقدار میں پیا کریں۔

### چھپکلی کیسے ختم ہو؟

س: چھپکلی بہت زیادہ ہو گئی ہے اس کو ختم کرنے کی کوئی ترکیب بتائیں؟

عبدالرحمٰن جامی
جلال پور پیروالا (ملتان)

ج: بازار میں کیڑے مکوڑے، مچھر، کھٹمل اور دیگر حشرات الارض کو مارنے کی متعدد دوائیں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی دوائی لے کر استعمال کریں۔

### پیشاب میں رکاوٹ

س: بندہ کو بعض اوقات پیشاب کھل کر نہیں آتا۔ پیشاب میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ ایکسرے لئے ہیں، پتھری نہیں ہے۔ شاید کوئی غدود ہے۔ علاج بتائیں؟

قاری عبدالمجید۔ جامع مسجد حنفیہ جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد۔

ج: آپ روزانہ صبح ایک گلاس شربت بزوری لیموں یا سرکہ ملا کر پیئیں۔ مہینہ بھر استعمال کریں۔ افاقہ ہو تو آئندہ بھی استعمال کریں۔

س: درد سر کے بہت علاج کرائے لیکن افاقہ نہیں ہوتا۔ ایک حکیم صاحب نے کشتہ فولاد اور چار نمک کھلائے تھے۔ ایک ہفتہ استعمال سے صبح سویرے سو کر اٹھا تو سر بالکل منجمد تھا اس کے بعد یہ درد شروع ہو گیا۔

قاری عبدالمجید، جڑانوالہ

ج: روزانہ رات سوتے وقت اطریفل کشنیز ۱ تولہ، اطریفل زمانی ۶ ماشہ گرم دودھ کے ساتھ کھائیں۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ میں افاقہ اور دو تین مہینے مسلسل کھانے سے مکمل صحت ہو گی۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر ضرور لکھیں (مینجر)

# پردہ

## ایک دینی ہدایت اور شرعی حکم

از: قاری محمد طیب

پردہ اپنی مقررہ حدود کے ساتھ ایک شرعی حکم اور دینی ہدایت ہے جس کی بنیادیں کتاب وسنت ان کی نقلی تشریحات اور تعامل سلف میں قائم ہیں اور وہ اسی بنیاد پر ہر دور میں بلا انقطاع امت مرحومہ کا معمول رہتا چلا آیا ہے وہ کوئی فرضی یا اختراعی چیز نہیں۔ جسے کسی فرد یا سوسائٹی نے ہنگامی مصالح کے تحت تجربۃً کر لیا ہو۔ اور اس کے رواج پذیر ہو جانے سے مسلمانوں کے ماحول میں اسے خواہ مخواہ شرعی حیثیت دے دی گئی ہو کہ نہ یہ واقعہ ہے اور اس جامع دین اور اس کے مکمل اور محفوظ شرعی دستور زندگی کے شایان شان ہی ہے جس میں نہ کسی کمی کی گنجائش ہے اور نہ زیادتی کی

### پردہ کا حکم انسداد فحش کے لئے ہے

عورت کا پردہ بلاشبہ ایک شرعی اور دینی امر ہے لیکن وہ خود بذاتہٖ مقصود نہیں بلکہ ایک ایسی مہلک اور خطرناک علت سے بچانے کی تدبیر کے طور پر رکھا گیا ہے جو انسانیت انسانی فرد اور انسانی سوسائٹی سب ہی کے لئے سم قاتل ہے اور اس کے متعدی اثرات سے کسی بھی وقت قومیں تباہی و بربادی کے کنارے لگ سکتی ہیں۔ اس مہلک علت کو قرآن حکیم نے فحش سے تعبیر کیا ہے جس کا دوسرا نام بے حیائی اور بے غیرتی عریانی اور بیباکی ہے اور یہ بلاشبہ اقوام کے لئے ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

### فحش کے آثار بد

وجہ یہ ہے کہ فحش حیا صفت کی ضد ہے۔ حیا کا تعلق عقل و خرد سے ہے اور فحش کا تعلق اور ساطہ جذبات سے ، جیسا کہ جانوروں کی حالت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ عقل سے خالی ہے۔ انسان ایسی حرکت کرے تو ہم اس قسم کے بے حیا انسان کو بھی اسے بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بیانات سے اس کا پرچار کرتے ہیں۔ فرق وہی عقل و بے عقلی کا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ فحش۔ بے حیائی آئی تو دوسرے لفظوں میں انسانیت غائب ہو گئی اور یوں کچھ عقل معاش یعنی کھانا کمانے کی عقل رہ بھی گئی۔ اور عقل معاد یعنی نجات آخروی حاصل کرنے کی عقل غائب ہو گئی۔ تو محض اس جبلی یا دنیوی عقل سے انسانیت کا بھلا نہیں ہو سکتا اور نہ پردہ اپنے کمال پر باقی رہ سکتی ہے اور جب انسان۔ انسان ہی نہ رہے۔ جانوروں کے زمرہ میں شامل ہو جائے تو اس کی انسانیت کی تباہی اور بربادی میں شک کی کونسی وجہ باقی رہ گئی !

لیکن پھر بھی بربادی کا یہ منظر نظری ہے۔ عمل طور پر دیکھا جائے تو جو قومیں عقل و خرد کے زوال یا ضعف و اضمحلال کے سبب ان وقتی لذات کو زندگی کا حاصل سمجھ کر اور انجام سے قطع نظر کر کے اس مہلک علت "فحش" کا شکار ہوئی ہیں ان میں طبعی طور پر ان میں رشتہ زوجیت اور سلسلہ مناکحت بھی سست پڑ کر رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طبعی خواہش کی جب نفسانی راہ نفس کے لئے کھلی ہو جاتی ہے تو دوسری روحانی یا اخلاقی راہوں کی طرف خود ہی متوجہ نہیں رہ سکتا۔ مغربی قوموں میں یہ فحش آیا تو اباحیت پھیل گئی اور عورت ایک وقف عام کی حیثیت میں آ گئی۔ اور نکاح رخصت ہو گیا۔ یورپین قوموں میں فحش پیدا ہوا تو وہی اباحیت آئی۔ نکاح کا حقیقی رشتہ کالعدم ہو گیا۔

یورپین اقوام میں "فحش" کی کیفیات گھسیں تو وہاں بھی رشتۂ نکاح ٹوٹ کر سول میرج کی صورت پیدا ہو گئی کہ قطع نکاح کا اثر قطع نسب ہے اور انقطاع نسب یا غلط نسب کا اثر آبائی اور خاندانی خصوصیات ہی کا نہیں۔ انسانی آثار کا بطلان۔ حقوق وراثت کی پامالی۔ یعنی اخلاق کی آبادی

اور آدمیوں کا جانوروں کی طرح بے خصوصیت ، بے حق اور بے خانماں ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں نہ مکارم اخلاق باقی رہ سکتے ہیں۔ نہ شرافت طبائع قائم رہ سکتی ہے اور نہ انسانی جوہر ہی چمک سکتے ہیں نہ نیکی بدی کا امتیاز قائم رہ سکتا ہے۔ نہ معروف و منکر کی تمیز ٹھہر سکتی ہے۔ نہ حیا و عفت اور نیک خلقی کا مادہ ہی جم سکتا ہے جو روحانی بربادی کی

آخری شکل ہے۔ مادی اور روحانی دونوں طرح کی ہلاکتیں مسلط ہو جائیں تو انسانیت اور انسانی قومیتیں اپنی اصل پر کب باقی رہ سکتی ہیں۔ پھر ہو سکتا ہے کہ کسی عام عذاب کا شکار ہو کر یہ طبقہ کا طبقہ ہی ختم ہو جائے۔ جیسے قوم لوط ختم ہو گئی یا کسی ہمہ گیر بیماری اور وبا میں پھنس کر زندگی اور اس کا حقیقی لطف کھو بیٹھے۔ بہر صورت انسانیت بحیثیت مجموعی باقی نہیں رہتی۔ یہ فحش اس طرح آخرکار قوموں کی تباہی و بربادی پر منتج ہوتا ہے۔

اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ شریعت اسلام جو بنی نوع انسان کی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اتاری گئی ہے۔ اس بنیادی تباہی سے صرف نظر کر لیتی ؟ نا ممکن تھا چنانچہ فحش جس طرح عقل سلیم کے تقاضوں کے ماتحت انسانی سوسائٹی کے لئے ایک غلیظ قسم کی ناپاک اور متعدی علت کیلئے ایک بدنما دھبہ تھا۔ اسی طرح شریعت اسلام نے بھی اس رذیلہ فحش کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی ممانعت کی شرعی تفصیلات اور حقوق روحانی اور مادی قدروں پر مشتمل ایک مفصل پروگرام پیش کیا جو کمال اعتدال کے ساتھ معقولیت اور متانت کا مرقع ہے

### فحش کی حرمت

اس نے سب سے اول فحش کی جنس کو ممنوع اور حرام قرار دیا۔ فرمایا :-

"بیشک اللہ تعالیٰ ، عدل اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں"۔

فحش کی آخری حد چونکہ زنا اور حرام کاری تھی اسی لئے زنا کو ہی کہہ کر روکا کہ وہ فحش اور بے حیائی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا :-

"اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ بیشک وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے"۔

### پردہ کی ابتدائی صورت

اب ظاہر ہے کہ زنا کاری کا راستہ دواعی زنا ہیں اور دواعی زنا کا راستہ فحش ہے اور فحش و منکر کا سب سے اہم اور جامع مرکز عورت ہے جس کے دیکھنے، چھونے اور چھیڑنے اور ملاپ کرنے سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔

### تبرج جاہلیت

اس طرح صنف پاکدامنی کے ان جواہرات سے نشاط نفسانی کی یہ تفریحیں خریدی جاتی ہیں اس لئے شریعت نے اجنبیات کے اس اختلاط کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کا پروگرام دیا اور جس طرح اجارت میں ان زینت سنوارنے والیوں کی طرف نظر کرنا۔ ان کی آوازوں پر کان لگانا ان کی طرف مائل ہونا۔ ان سے میل جول پیدا کرنا۔ اور ان کے ساتھ خلوت کرنا۔ اور بالفاظ مختصر بے حجابی یہ تمام مردوں کے حق میں ممنوع قرار پایا۔ اسی طرح عورت کے حق میں اجنبیوں سے تنہائی اختیار کرنا۔ نرم آوازی سے ان کے دل میں طمع پیدا کرنا۔ آراستہ ہو کر باہر نکلنا۔ بے حجاب منظر عام پر آنا۔ اور اپنے نفس کو ہر ایک کی نگاہ و کاوش چھیڑ چھاڑ اور قرب و میلان کے لئے پیش کرنا۔ اور بعنوان مختصر بے پردگی سے رہنا بھی حرام ہوا۔ خواہ یہ اختلاط و بے حجابی مجالس نشاط میں ہو یا مناظر عام میں۔ عمومی ہو یا خصوصی ملاقاتوں میں کیونکہ عورت کی بے حجابی کا نتیجہ قدرتی طور پر اس کی نقل و حرکت کی بے قیدی ہے

## فحاشی آخرکار قوموں کی تباہی و بربادی پر منتج ہوتی ہے۔

اور آزادی نقل و حرکت کا ثمرہ مرد و زن کا باہمی اختلاط اور میل جول ہے اور ظاہر ہے اس کا انجام بجز شہوت بے حسی کی ابتداء، دواعی زنا سے ہو کر انتہا خود زنا پر ہو جاتی ہے۔ اسے پھر اس سے کہتے ہیں اخلاق ذمیمہ اور اعمال خبیثہ کا شکار ہو کر نوع انسان کی دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

عام دنیا کے حق میں تو اس عمومی بے حجابی کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس کے ثمرات بد سے بچا جائے لیکن دنیائے اسلام کے حق میں یہ شرعی ممانعت اس لئے بھی ہے کہ مسلمان حجاب نسواں کے بارے میں ان بدراہ اقوام کے شر سے بھی بچے رہیں جنہوں نے تہذیب کے نشہ میں مخمور ہو کر اس بے حجابی کے ذریعہ فحش و بدکاری کا دروازہ کھولا۔ عفت نظر اور عصمت تخیل کی راہیں تنگ کر دیں اور پاکدامنی کی بجائے آلودہ دامانی کی لہریں عالم میں دوڑا دیں۔



## مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم

آزاد شیرازی

ایمان کی اور کفر کی سرحد ہے مدینہ
ہاں مدرسۂ علم کا ابجد ہے مدینہ

ہیں میم کے پردوں میں چھپے رازِ محبت
مولا مرا مکّہ ہے محمّد ہے مدینہ

اس خاک کا ہر ذرّہ ہے خورشید بداماں
مرجان و عقیق اور زمرّد ہے مدینہ

قرآن کے نقطوں سے میں واقف نہیں لیکن
ہر زیر زبر پیش شد و مد ہے مدینہ

کچھ نام و نشاں، حسب و نسب میرا نہیں ہے
اَبّ میرا مدینہ ہے، مرا جدّ ہے مدینہ

ہے اس کی صداقت علَم عرشِ بریں پر
ہر قوتِ باطل کا فقط رَد ہے مدینہ

غیروں سے مجھے رُشد و ہدایت کی طلب کیوں؟
ہادی ہے مدینہ، مرا مُرشد۔ مدینہ

ہے حسنِ ازل جلوہ فروز اس کی جبیں پر
ہر آبروئے عشق کی مَد ہے مدینہ

اسلام کی عظمت کے یہی دونوں نشاں ہیں
مینار جو مکّہ ہے تو گنبد ہے مدینہ

مَیں بادیہ پیما ہوں اسی دشت کا
آزاد! مری منزلِ مقصد ہے مدینہ

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۰۰۰

منظور شدہ محکمہ تعلیم { ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۰/۲۰۶۷-۹ D-D-A ۲۴ اگست ۱۹۵۸ء) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۹/۴۰/۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۹۶۰ء